© rasailojaraid.com

فتح الرحمٰن صاحب اسسٹنٹ پروفیسر
آف پولیٹیکل سائنس۔ پشاور یونیورسٹی

افغانستان میں روسی فوجی مداخلت کے بین الاقوامی اثرات

۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کی رات کو روس نے بڑے پیمانے پر اپنی فوجیں افغانستان میں اتار دیں۔ یہ فوجیں ہر قسم کے جدید ترین اسلحہ سے لیس تھیں۔ جن کو نہتے مسلمان افغان کے خلاف استعمال کیا جانا تھا۔ یہ اقدام جس سرعت اور مستعدی سے انجام دیا گیا۔ اس نے ایک دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ اور دفعتاً افغانستان دنیا کے مدبروں کیلئے سرِفہرست بین الاقوامی مسئلہ بن گیا۔ افغانستان پر روسی قبضہ کا منطقی اگلا قدم خلیج فارس اور بحرِ ہند کی جانب روسی پیش قدمی ہو سکتی تھی۔ اس لئے مشرق و مغرب کے دارالحکومتوں میں افغانستان میں روسی فوجی مداخلت کا تجزیہ اس کے ممکنہ اثرات اور جوابی کاروائی یا احتیاطی تدابیر کے طور پر مناسب اقدامات کرنے کے سلسلے میں مشورے ہونے لگے۔ اس حیرت انگیز واقعہ پر بین الاقوامی ردِعمل اتنا فوری اور شدید تھا۔ کہ شاید ہی زمانہ قریب کے کسی دوسرے بین الاقوامی مسئلے پر ایسا ردِعمل ظاہر کیا گیا ہو۔ اور اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ افغانستان پر روس کا فوجی قبضہ نہایت دوررس نتائج کا حامل ہو سکتا ہے۔ جس سے موجودہ بین الاقوامی نظام کی بنیادیں ہل جانے کا احتمال ہے۔ روس کے اس ایک اقدام سے افغانستان کے علاوہ علاقے کے دوسرے ممالک پاکستان، ایران، ہندوستان اور چین بری طرح متاثر ہوئے۔ مشرقِ بعید اور مغربی یورپ کے ممالک جنکی اقتصادی اور سیاسی قوت کا دارو مدار بڑی حد تک خلیج فارس کے تیل اور اس کے ترسیل کیلئے محفوظ آبی گذرگاہوں پر ہے۔ سب کو اپنے مفادات فوری طور پر روسی خطرے کی زد میں نظر آئے۔ اور اس نئے خطرے سے نمٹنے کیلئے اپنی پالیسیوں اور بین الاقوامی شعبوں میں مناسب رد و بدل کرنے پر مجبور ہوئے۔ دنیا کی دوسری سپر طاقت امریکہ نے بھی اس واقعہ سے اپنے عالمی مفادات کو سخت دھچکا محسوس کیا۔ اور اس نے فوراً ایسے اقدامات شروع کئے جس کا مقصد روس کو مزید پیش قدمی سے باز رکھنا اور افغانستان میں مداخلت سے پورا پورا فائدہ اٹھانے سے محروم رکھنا تھا۔

افغانستان میں روسی مداخلت کا پس منظر | ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کا واقعہ گو غیر معمولی سہی لیکن غیر متوقع نہیں تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیونکہ روس ایک عرصے سے افغانستان میں اپنے آپ کو مستحکم کرنے میں لگا ہوا تھا۔ اور اگرچہ افغانستان ایک آزاد اور غیر جانبدار ملک کی حیثیت دنیا میں جانا جاتا تھا۔ لیکن روسی اثرات اس ملک میں اتنے گہرے ہو چکے تھے کہ افغانستان بھی مشرقی یورپ کے ممالک کی طرح روس کا ایک طفیلی ملک بنتا چلا جارہا تھا۔ اور اس سے کسی ایسی آزادانہ پالیسی اختیار کرنے کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی جس سے روس کی حمایت حاصل نہ ہو۔ افغانستان کئی لحاظ سے روس کے پنجے میں جکڑتا چلا جارہا تھا۔ اقتصادی اور فوجی لحاظ سے افغانستان روس پر مکمل انحصار کرتا چلا گیا۔ اور روس اس اقتصادی اور فوجی امداد کی آڑ میں افغانستان کے اندر اس حد تک ثقافتی اور نظریاتی طور پر نفوذ کرتا چلا گیا۔ کہ روس کا قریبی ہمسایہ ہونے کیوجہ سے دنیا بھی افغانستان کو روس کے دائرۂ اثر میں شامل ملک تصور کرنے لگی۔ اور ایسا نظر آتا تھا۔ کہ جیسے سپر پاورز نے آپس میں دنیا کی اس غیر رسمی تقسیم میں افغانستان کو روس کے حصے میں شمار کیا ہے۔

روس نے بھی اپنی اقتصادی اور فوجی امداد افغانستان کو اس لئے فراہم نہیں کی کہ وہ ایک آزاد اور غیر جانبدار مسلمان ملک کیطرح اپنی آزادی کا تحفظ اور ترقی کرے۔ بلکہ وہ اس ملک کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اپنے زیر اثر یا زیر تسلط لاکر اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کے لئے ایک اڈے کے طور پر استعمال کرنا چاہتا تھا۔ یہ توسیع پسندانہ عزائم بحر ہند تک رسائی اور خلیج فارس کے تیل اور فوجی نقطۂ نگاہ سے نہایت اہم مورچے پر قبضہ کرنے پر مشتمل تھے۔ چنانچہ روس افغانستان میں فوجی و اقتصادی امداد کے ساتھ ساتھ اشتراکیت پھیلانے اور اپنے ایجنٹس تیار کرنے کے منصوبے پر کافی عرصے سے کام کر رہا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اعلیٰ تعلیمی اور فوجی اور سول سروسز کے اداروں کو خصوصی توجہ کا مرکز بنایا گیا۔ ان اداروں میں برسرعام الحاد و کفر اور کمیونزم کا پرچار ہوتا تھا۔ اور افغان حکومت روسی امداد پر اس حد تک انحصار کرنے لگی تھی۔ کہ وہ اپنے ملک کے اندرونی معاملات میں اس کھلی مداخلت کو روکنے سے عاجز تھی۔

روسی زعماء نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت افغانستان میں روسی اثر و نفوذ اور مداخلت کو ایک مرحلہ وار منصوبے کے تحت جاری رکھا۔ یہاں تک کہ وہ اس قابل ہو گئے کہ افغانستان کے بادشاہ ظاہر شاہ کو برطرف کر کے روس نواز سردار داؤد خان کو ایک فوجی انقلاب کے ذریعے ۱۹۷۳ء میں برسر اقتدار لائے۔ داؤد خان نے اس سے قبل اپنی وزارت عظمیٰ کے دس سالہ (۶۳-۱۹۵۳ء) دور میں افغانستان میں روسی مفادات اور اثر و رسوخ کو کافی بڑھایا۔ اس کے علاوہ وہ ایک سخت گیر حکمران تھا جس سے یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ افغانستان میں کمیونزم کے سیلاب کے سامنے احیائے اسلام کی تحریکوں نے جو بند باندھنے شروع کئے تھے۔ داؤد خان ان تحریکوں کا مؤثر سدباب کرے گا۔ مزید برآں سردار داؤد خان چونکہ شاہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لئے وہ زیادہ مؤثر طریقے سے شاہ ظاہر شاہ کا نعم البدل ہو سکتا تھا۔ اور شاہی خاندان کی حکومت سے مانوس عوام الناس کے لئے اس سے کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا تھا۔ کہ شاہی خاندان کا ایک فرد اسی خاندان کے کسی دوسرے فرد کی جگہ لے۔ سردار داؤد جو کمیونسٹ عناصر (جن کی تعداد افغان فوج میں کافی تھی) ہی کی مدد سے برسراقتدار آیا تھا۔ "خلق" اور "پرچم" کمیونسٹ پارٹیوں کے افراد کو نوازنے لگا۔ اور ان نوجوانوں اور علماء کو جو افغانستان میں کمیونزم کا مقابلہ اسلامی نظام کے احیاء سے کرنا چاہتے تھے۔ جیلوں میں بند کر کے ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا۔ روسی لیڈر سردار داؤد سے جو کام لینا چاہتے تھے۔ وہ چند سالوں کے دوران پورا ہو چکا تھا۔ اور اب اسکی چنداں ضرورت نہیں رہی تھی۔ اور اس کو کمیونسٹ قیادت سے بدلنے کی تیاری ہو رہی تھی۔ سردار داؤد نے خود بھی ان روسی عزائم کو بھانپ لیا تھا۔ اور اس نے روس پر مکمل انحصار کی بجائے افغانستان کے تعلقات دوسرے ممالک کے ساتھ مفید بنیادوں پر استوار کرنے کی مؤثر کوششیں شروع کیں۔ اس سلسلے میں اس نے پاکستان کے ساتھ مستقل مخاصمت کی پالیسی ترک کر کے اس برادر اسلامی ملک کیطرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ دوسری طرف انہوں نے سعودی عرب ایران اور دوسرے اہل ثروت مسلمان ملکوں کے دورے کر کے افغانستان کیلئے خاطر خواہ اقتصادی امداد حاصل کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ اس نے امریکہ کے ساتھ بھی تعلقات بڑھانے کا عزم ظاہر کیا۔

خارجی تعلقات کے میدان میں سردار داؤد کی کوششوں کا نتیجہ یہی نکل سکتا تھا۔ کہ افغانستان روس پر کم سے کم انحصار کرے گا۔ انہوں نے اپنی فوجی تربیت کی ضروریات جزوی طور پر ہندوستان سے پوری کرنے کا انتظام کر لیا تھا۔ ظاہر ہے کہ روس سردار داؤد کے اس آزاد اور جرأت مندانہ خارجہ پالیسی کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اپریل ۱۹۷۸ء کو ایک اور فوجی انقلاب کے ذریعے سردار داؤد خان کو اقتدار سے ہٹا کر بمعہ اہل خانہ قتل کر دیا گیا۔ اور کمیونسٹ لیڈر نور محمد ترکئی کو برسر اقتدار لایا گیا۔ دلچسپ بات یہ ہے۔ کہ وہی فوجی افسران جو سردار داؤد کو برسر اقتدار لائے تھے۔ انہوں نے ہی اسے قتل کر کے نور محمد ترکئی کو اقتدار سونپ دیا۔ دونوں انقلابات روس کے ایماء پر آئے اور دونوں موقعوں پر روس ہی پہلا ملک تھا جس نے انقلاب کے نتیجے میں قائم ہونیوالی حکومت تسلیم کر کے انہیں مبارکباد کے پیغامات بھیجے۔

نور محمد ترکئی افغانستان کے کمیونسٹ (خلق) پارٹی کا لیڈر تھا۔ انہوں نے برسر اقتدار آتے ہی بغیر کسی لاگ لپیٹ کے کمیونزم کو نافذ کرنے کیلئے راہ ہموار کرنا شروع کیا۔ فوج اور سول سروسز میں بڑے پیمانے پر چھانٹی شروع ہوئی۔ اور داؤد کے حامی عناصر کو فوج سے نکال دیا گیا۔ ملک کا نام جھنڈا اور دستور تبدیل کر دیا گیا۔ معروف اشتراکی نام اور SYMBOLS کا آزادانہ استعمال ہونے لگا۔ اسلامی ذہن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھنے والے افراد کو COUNTER REVLUTION کے الزام میں سزا کا مستحق قرار دیا گیا۔ خاص طور پر علمائے دین کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ افغانستان کے عوام جو اپنے مذہب اسلام کے شیدائی ہیں اور اپنے علماء کی قدر دان ہیں۔ نور محمد ترکئی کی کمیونسٹ حکومت کے خلاف یہ عزم لے کر اٹھ کھڑی ہوئی کہ وہ اپنے اسلامی ملک افغانستان کو اشتراکی یا کمیونسٹ نہیں بننے دیں گے۔ ترکئی حکومت نے روس کی مدد سے نہتے لوگوں کو طاقت کے ذریعے کچل کر دبانا چاہا۔ چنانچہ ہزاروں لاکھوں افراد کو قتل کیا گیا۔ یا حوالۂ زندان کر لیا گیا کسی کی عزت آبرو محفوظ نہیں رہی۔ اسلامی اصول و اقدار کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہونے لگی۔ تاکہ لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کر کے اشتراکی اور کمیونسٹ بنادیا جائے۔ مگر افغانستان کے غیور اور مجاہد عوام نے ہر سختی کو برداشت کیا۔ اور اسلام کے تحفظ کیلئے ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔ بلکہ جوں جوں وقت گذرتا گیا۔ کمیونسٹ حکومت کے مظالم سے لوگ تنگ آتے گئے۔ یہاں تک کہ خلق اور پرچم کے کمیونسٹ پارٹیوں کے علاوہ اس حکومت کا حامی اور کوئی نہ رہا۔

افغانستان کی کمیونسٹ پارٹی کے دو دھڑوں۔ خلق اور پرچم۔ میں پہلے سے چپقلش آ رہی تھی۔ اقتدار میں آجانے کے بعد ان اختلافات میں مزید اضافہ ہوا۔ اگرچہ دونوں دھڑوں کو حکومت میں شامل کیا گیا تھا۔ لیکن اختلافات کم ہونے کی بجائے بڑھتے گئے۔ اس کے علاوہ خلق پارٹی کے اندر بھی مختلف دھڑوں اور شخصیات میں کشمکش برپا تھی اسی طرح فوج کے اندر بھی مختلف دھڑے آپس میں برسر پیکار تھے۔ حکمران طبقہ کے اس اندرونی خلفشار کے ساتھ ساتھ حکومت کو اسلامی حلقوں کیطرف سے جہاد کا سامنا تھا جس میں حکومت بری طرح ناکام ہو رہی تھی۔ اور اس ناکامی سے ان کی اندرونی دشمنی مزید بڑھتی گئی۔

یہی حالات تھے جن میں پرچم کے لیڈر ببرک کارمل (موجودہ حکمران) کو تقریباً ملک بدر کر دیا گیا۔ اور ان کو مشرقی یورپ کو جلاوطنی کے دن گزارنے پڑے۔ خلق پارٹی کے اندر نور محمد ترکئی اور حفیظ اللہ امین کی باہمی مخالفت ایک اور خونی انقلاب پر منتج ہوئی جس میں ترکئی مارا گیا۔ اور حفیظ اللہ امین نے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ ایک دفعہ پھر روس نے حفیظ اللہ امین کی حکومت کو تسلیم کرتے ہوئے مبارکباد دینے میں سب سے سبقت حاصل کی۔ حفیظ اللہ امین نے آتے ہی کشت و خون کا بازار گرم کیا۔ اس دفعہ ترکئی کے حامی عناصر کو فوج سے ختم کرنے کی باری تھی۔ اس طرح افغان فوج کے مختلف دھڑے آپس میں لڑ لڑ کر اور یکے بعد دیگرے تطہیر کا نشانہ بن کر تقریباً مفلوج ہو چکے تھے۔ ادھر مجاہدین کی قوت میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ افغانستان کے بے کس مسلمان بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کی بہت بڑی تعداد ترک وطن کر کے ہمسایہ ممالک پاکستان اور ایران میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئی۔ حفیظ اللہ امین حالات کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے پاکستان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ساتھ مفاہمت پر آمادہ ہونے لگے۔ پاکستانی وزیر خارجہ کے دورے کی تاریخ بھی مقرر ہوچکی تھی۔ لیکن چونکہ روس ہمیشہ سے پاکستان اور افغانستان کے باہمی دوستانہ تعلقات کو اپنے مفادات کے خلاف تصور کرتا رہا ہے۔ اس لئے پاکستانی وزیر خارجہ کے مجوزہ دورے سے دو دن پہلے (۲۷ ۱۲/۷۹) روس نے بڑی تیزی کے ساتھ اپنی فوجیں کابل میں اتار دیں۔ حفیظ اللہ امین کو قتل کر دیا گیا اور اسکی جگہ ببرک کارمل جو اس وقت تک ماسکو میں تھا، کی تخت نشینی کا اعلان کر کے روس نے اس کو بھی مبارکباد کا پیغام بھیجا۔

ظاہر ہے کہ اپریل ۱۹۷۸ء کے بعد سے جو حالات افغانستان میں تیزی سے رونما ہو رہے تھے۔ ان کے پیش نظر روس کا افغانستان میں فوجی مداخلت غیر متوقع بات نہیں تھی۔ لیکن پھر بھی دنیا یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں تھی۔ کہ ایک سپر پاور اپنے قریبی دوست ہمسایہ اور چھوٹے ملک کے اندرونی معاملات میں فوجی مداخلت کر کے اسکی آزادی اور خود مختاری کو اس طرح پامال کرے گا۔ روس نے اپنی مداخلت کے جواز میں دنیا کے سامنے وہی روایتی دلیل پیش کی۔ جو اس سے پہلے زار روس کے توسیع پسند حکمران اپنے ارد گرد کی چھوٹی ریاستوں کو ہڑپ کرنے کے بعد ہمیشہ پیش کرتے رہے ہیں۔ یعنی یہ کہ روس نے اپنی جنوبی سرحدوں کو محفوظ کرنے کے لئے یہ مداخلت کی ہے۔ اس سلسلے میں ایرانی وزیر خارجہ جناب قطب زادے کا تبصرہ دلچسپی سے خالی نہیں۔ جب انہوں نے اسلامی وزرائے خارجہ کے ہنگامی اجلاس کے موقعہ پر کیا تھا۔ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ "روس اپنی سرحدات کو محفوظ کرنے کے لئے کہاں تک جانا چاہتا ہے۔"

افغانستان میں روسی فوجی مداخلت کے اس غیر معمولی اقدام نے جہاں تمام دنیا کو چونکا دیا۔ اور بین الاقوامی تعلقات کو ایک نئے اور سنگین بحران سے دوچار کر دیا۔ وہاں اس علاقے کے ممالک خاص کر پاکستان کو سخت خطرات میں ڈال دیا۔

افغانستان کے باہر روسی مداخلت سے جو ملک سب سے زیادہ متاثر ہوا۔ وہ پاکستان ہے۔ صدیوں سے افغانستان روس اور برصغیر پاک وہند کے درمیان بغیر BUFFER STATE کے طور پر قائم تھا۔ اب روسی فوجیں پاکستان کی سرحد پر آ بیٹھیں۔ اور پاکستان کے لئے ایک مستقل فوجی خطرہ بن گئیں۔ یکایک پاکستان فرنٹ لائن سٹیٹ بن گیا۔ اس نئے کردار کے لئے پاکستان فوجی، اقتصادی اور سیاسی اعتبار سے تیار نہیں ہے۔ پاکستان کے متعلق روسی عزائم کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ ان کا اظہار بارہا کشمیر کے مسئلے اور مشرقی پاکستان کی بزور علیحدگی میں روسی کردار سے ہوچکا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے۔ کہ روس آئندہ بھی پاکستان کے مزید حصے بخرے کرنے یا اس کو مکمل طور پر صفحۂ ہستی سے مٹانے میں کوئی تامل نہیں کرے گا۔ اس کے علاوہ بحر ہند کے گرم پانی تک رسائی کے قدیم روسی عزائم اور ان آبی گذر گاہوں پر کنٹرول حاصل کرنا جن کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذریعے خلیج فارس کا تیل مشرق و مغرب کو پہنچتا ہے۔ بھی اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی۔ بحر ہند تک رسائی کے لئے روس کی نظریں افغانستان کے بعد پاکستان کے صوبہ بلوچستان پر لگی ہوئی ہیں۔ بلوچستان کا علاقہ زیادہ تر غیر آباد اور پس ماندہ ہے۔ اور روسی ایجنٹ مدتوں سے وہاں سرگرم عمل ہیں۔ اس پس منظر میں افغانستان میں روسی افواج کی موجودگی پاکستان کے لئے ایک مستقل خطرہ ہے۔ مزید برایں روسی حملے کے بعد پاکستان کی طرف ہجرت کرنے والے افغان مہاجرین کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ روسی فوج کی بربریت کی وجہ سے افغانستان کے سینکڑوں ہزاروں دیہات تباہ ہو چکے ہیں اور وہاں کے مکین پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہیں۔ ان مہاجرین کی تعداد فی الوقت ۲۰ لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ اتنی بڑی تعداد میں مہاجرین کو سنبھالنا پاکستان جیسے غریب ملک کے لئے ممکن نہیں ہے۔ اور اگرچہ بیرونی امداد سے پاکستان کے اس بوجھ میں کچھ کمی واقع ہوئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود پاکستان کی کمزور اقتصادی حالت مہاجرین کی کفالت کے بوجھ سے متاثر ہو رہی ہے۔

اس کے علاوہ اگرچہ پاکستان نے افغان مہاجرین کی امداد انسانی ہمدردی کی بنیاد پر صرف رہائش، خوراک اور علاج و معالجے تک محدود رکھی ہے۔ پھر بھی روس متواتر پاکستان پر الزام لگا رہا ہے۔ کہ وہ افغان مجاہدین کی فوجی تربیت اور اسلحہ کی فراہمی کا بندوبست بھی کر رہا ہے۔ اور اس پر دباؤ ڈال رہا ہے۔ کہ پاکستان انسانی ہمدردی کی بنیاد پر بھی مہاجرین کی مدد سے باز رہے۔ اور ان کو ملک سے نکال دے۔ اگرچہ یہ بات پاکستان کے لئے ممکن نہیں ہے۔ پھر بھی روسی خطرے اور دھمکی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

ان حالات اور خطرات کے پیش نظر پاکستان نے بین الاقوامی سطح پر افغانستان میں روسی فوجی مداخلت کے خلاف عالمی رائے عامہ کے دباؤ کے تحت افغانستان سے اپنی فوجیں واپس بلانے پر مجبور کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں پاکستان نے اسلامی کانفرنس، اقوام متحدہ اور غیر جانبدار تحریک کے اجلاسوں میں اپنے اس موقف کیلئے عالمی تائید حاصل کرنے کی کامیاب کوششیں کی ہیں۔ تاکہ:

۱۔ افغانستان سے تمام غیر ملکی افواج واپس چلی جائیں۔ ظاہر ہے کہ افغانستان میں صرف روسی افواج موجود ہیں۔

۲۔ افغان مہاجرین کو عزت و آبرو کے ساتھ پرامن ماحول میں افغانستان واپس جانے دیا جائے۔

۳۔ افغان عوام کو بغیر کسی بیرونی دباؤ کے اپنی مرضی کی حکومت اور نظام قائم کرنے کا حق ملنا چاہیئے۔

۴۔ افغانستان کی خود مختار، غیر جانبدار اور مسلمان حیثیت بحال کیا جائے۔

افغانستان کے اس بحران نے پاکستان کیلئے جہاں کئی مسائل کھڑے کر دیئے ہیں۔ وہاں ایک مثبت اثرات کا حامل پہلو بھی سامنے آیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مفاد پرست افغان حکمرانوں اور بعض بیرونی طاقتوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

افغان عوام کے دلوں میں پاکستان کے خلاف جو شکوک و شبہات پیدا کئے تھے۔ افغان عوام کے ابتلا کی اس گھڑی میں پاکستان نے جس خلوص و محبت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس نے افغان عوام کے دلوں پر انمٹ اثرات چھوڑ دیتے ہیں۔ پاکستان کے قیام سے لیکر موجودہ بحران تک افغان عوام کو ہمیشہ یہ باور کرایا جاتا رہا کہ پاکستان ایک غاصب ملک ہے جس نے نہ صرف افغانستان کے ایک حصے پر قبضہ کر رکھا ہے۔ بلکہ افغانستان کو اگر کہیں سے جارحیت کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ تو وہ پاکستان ہے۔ افغان حکمرانوں نے ہمیشہ اپنی کوتاہیوں اور استبدادی طرز حکمرانی سے عوام کی توجہ ہٹانے کیلئے پاکستان کے خلاف پختونستان کا مسئلہ کھڑا کیا اور اس کی آڑ میں اندرونی ملک من مانی کرتے رہے۔ اس سازش میں پاکستان کے مخالف بعض علاقائی اور عالمی طاقتیں افغان حکمرانوں کے ساتھ شریک تھیں۔ اور اس کے بدلے ان کو ہر قسم کی مالی سیاسی اور سفارتی امداد دے رہی تھیں۔ موجودہ بحران نے افغان عوام پر حقیقت حال پوری طرح واضح کر دی ہے۔ ان کو معلوم ہوا کہ غاصب دراصل پاکستان نہیں۔ کوئی اور ہے۔ وہ یہ بھی جان گئے کہ پختونستان کا مسئلہ مصنوعی طور پر بعض عناصر نے اپنی مطلب برآری کیلئے کھڑا کیا تھا۔ اور جن بیرونی طاقتوں نے اس مسئلے پر دو برادر مسلمان ملکوں کو ایک دوسرے کے خلاف صف آراء کر دیا تھا۔ وہی طاقتیں دراصل اسلام کے خلاف اپنے عناد کیوجہ سے افغانستان اور پاکستان دونوں کو کمزور رکھنا چاہتی تھیں۔ اس لئے یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ افغان بحران نے پاک افغان تعلقات سے پختونستان کا کانٹا نکال دیا ہے۔ اور آئندہ کیلئے آزاد افغانستان اور پاکستان کے درمیان اسلامی اخوت کی بنیاد پر نہایت دوستانہ اور قریبی تعلقات کے امکانات موجود ہیں۔

افغان بحران نے جس دوسرے علاقائی ملک کو فوری طور پر متاثر کیا ہے۔ وہ ایران ہے۔ ایران میں بھی افغان مہاجرین کی کافی تعداد پناہ لے چکی ہے۔ اور چونکہ ایران بذات خود اسلامی انقلاب سے گذر رہا ہے جس کی وجہ سے ایران اور علاقے میں عدم استحکام کی فضا پیدا ہو گئی ہے۔ اس فضا میں روس کی طرف سے فوجی مداخلت کیلئے اپنی جنوبی سرحدات کو محفوظ بنانے کا جو جواز پیش کیا جا رہا ہے۔ بعض حلقوں میں اس سے یہ مراد لیا جاتا ہے۔ کہ ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد اس کے اثرات افغانستان اور روس کے زیر تسلط وسط ایشیا کے مسلمانوں میں پھیلنا ناگزیر ہے۔ چنانچہ روس ایران کے اسلامی انقلاب کو ناکام بنانے یا اس کا رخ اشتراکیت کیطرف پھیرنے میں دلچسپی رکھتا ہے۔ اور چونکہ ایران دوسری عالمی طاقت امریکہ کے ساتھ بھی الجھا ہوا ہے۔ اس لئے روس کیطرف سے اسکو زیادہ خطرہ ہے۔

یہ بات بھی یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے۔ کہ روس نے اتنا غیر معمولی اقدام جسکی وجہ سے اسکو ساری دنیا میں خفت اٹھانی پڑ رہی ہے۔ صرف افغانستان پر قبضہ کیلئے نہیں اٹھایا۔ کیونکہ افغانستان تو پہلے ہی سے اس کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زیر اثر ملک تھا۔ بلکہ اس اقدام کا مقصد خلیج فارس کے تیل کے چشموں اور تجارت اور نقل و حرکت پر قبضہ کرنا ہے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے روس کو ایران ہی سے گذرنا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ پاکستان کیطرح ایران کو بھی روسی جارحیت کا سامنا ہے۔

علاقے کا دوسرا ملک جو افغان بحران سے متاثر ہوتا نظر آرہا ہے۔ وہ ہندوستان ہے۔ اگرچہ ہندوستان گومگو کی کیفیت میں ہے۔ اسے افغانستان کے واقعات پر تشویش بھی ہے۔ لیکن کھل کر روس کی مخالفت بھی نہیں کرتا۔ اقوام متحدہ میں اس نے روس کے خلاف ووٹ دینے سے احتراز کیا۔ لیکن غیر جانبدار تحریک کے اجلاس میں جو ہندوستان ہی میں منعقد ہوئی، اسے با دلِ ناخواستہ تحریک کی اس قرارداد کی حمایت کرنی پڑی جس میں روسی افواج کے انخلا کے لئے کہا گیا ہے۔ ہندوستان کی اس جھجک کی وجہ وہ بھاری فوجی اور اقتصادی امداد ہی ہوسکتی ہے۔ جو وہ روس سے حاصل کر رہا ہے۔ نیز چین کے ساتھ اپنے تنازعات میں بھی ہندوستان کو روس کی حمایت اور امداد کی ضرورت ہے۔ تاہم حکومت کے اس مبہم پالیسی کے باوجود ہندوستان کے عوام افغانستان میں روسی فوجی مداخلت کے مضمرات سے بے خبر نہیں ہے۔ وہاں کی حزب اختلاف اس معاملہ میں حکومت کی پالیسی کے برعکس روسی مداخلت پر بھرپور تنقید کرتی ہے۔ اور حزب اختلاف کے اس مؤقف میں کافی وزن محسوس کیا جارہا ہے۔ جو وہ تاریخ کے حوالے سے پیش کرتے ہیں کہ جو حملہ آور ہندوکش عبور کرکے قندھار پہنچا ہے وہ دہلی پر بھی قابض ہو چکا ہے۔ یہ مؤقف ہندوستان کی رائے عامہ پر اثر انداز ہو رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ افغانستان میں روسی فوج کشی سے ہندوستان کو بھی اتنا ہی خطرہ ہے۔ جتنا پاکستان کو۔ جغرافیائی اور فوجی نقطۂ نگاہ سے برصغیر ایک وحدت ہے۔ اور اس کی دفاع برصغیر کے ممالک مل کر ہی کر سکتے ہیں۔ بے اتفاقی اور باہم دشمنی کی صورت میں یہ ممالک الگ الگ شکست کھا جاتے ہیں۔ موجودہ صورتِ حال میں ہندوستان سے زیادہ معقولیت کی امید کی جاسکتی تھی۔ بایں ہمہ موجودہ بحران نے ہندوستان اور پاکستان دونوں میں یہ احساس پیدا کر لیا ہے۔ کہ کشیدگی کی فضا دونوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ اور مفاہمت اور رواداری کی فضا میں دونوں کو اپنے تعلقات معمول پہ لانا چاہیئے۔

علاقے کا ایک اور اہم ملک چین بھی روسی توسیع پسندی کی پالیسی سے غافل نہیں رہ سکتا۔ روس بھی چین کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خائف ہے۔ اور چین و امریکہ کے درمیان تعلقات معمول پہ آنے سے روس کے اس خوف میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ روس کی یہ کوشش رہی ہے۔ کہ چین کو گھیرے میں لے لے۔ اس مقصد کے لئے اس نے ہندچینی میں ویت نام کے ذریعے چین کے گرد دائرہ تنگ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور دوسری طرف بحر ہند میں مضبوط اڈے بنا کر چین راستہ بحر ہند اور خلیج فارس کیطرف روکنا چاہتا ہے۔ بریزنیف کا ایشیائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیکورٹی کا منصوبہ بھی چین کے گرد دائرہ تنگ کرنا تھا۔ افغانستان میں روس کی موجودہ مداخلت ان مقاصد کے حصول کی طرف پیش قدمی بھی ہو سکتی ہے جس کے لئے ایشیائی سیکورٹی کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ لیکن جو علاقے کے ممالک نے مسترد کر دیا تھا۔

جنوبی ایشیا میں پاکستان چین کا قابل اعتماد دوست ہے۔ افغان بحران سے براہ راست متاثرہ اس دوست ملک کی تائید کیلئے چین کے وزیر اعظم نے حال ہی میں پاکستان کا دورہ کیا۔ اور چین کی حمایت اور امداد کا یقین دلایا۔ اسی طرح روسی خطرے کے پیش نظر چین نے ہندوستان کے ساتھ تعلقات معمول پر لانے کیلئے باہمی تنازعات کا پُر امن حل ڈھونڈنے کیلئے گفت و شنید کی پیش کش کی ہے۔ اور چین کے وزیر خارجہ نے اس مقصد کیلئے حال ہی میں ہندوستان کا دورہ کیا ہے۔

مختصراً چین بھی روسی خطرے کے پیش نظر علاقے میں کشیدگی کم کرنے اور اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کا خواہاں ہے۔ اپنے معدنی وسائل اور فوجی نقطۂ نظر سے خلیج فارس کی اہمیت ہمیشہ سے مسلم رہی ہے۔ لیکن افغانستان کے بحران نے اس خطے کو بڑی طاقتوں کی کشمکش کا آماجگاہ بنا دیا ہے۔ افغانستان میں آنے کے بعد روسی فوجیں آبنائے ہرمز سے صرف پانچسو میل کے فاصلے پر رہ گئی ہیں۔ اور اپنی فوجی استعداد تیز حرکت کی اہلیت کو مدنظر رکھتے ہوئے روس کسی بھی وقت خلیج فارس کی اس شاہ رگ پر کاری ضرب لگا سکتا ہے۔ اور چونکہ مغربی یورپ اور جاپان کی صنعتی ترقی اور اس لئے فوجی قوت اور سیاسی مرتبہ کا دارومدار خلیج فارس کے تیل پر ہے۔ اور اس تیل کے بند ہو جانے پر یہ طاقتور صنعتی ممالک گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس ایک کامیاب اقدام سے روس اپنے مدمقابل طاقتوں کو بغیر لڑائی لڑے سرنگوں کرے گا۔ یہ مغربی ممالک اس صورت حال سے بے خبر نہیں ہیں۔ اور یہ ممالک بشمول امریکہ جو ان ممالک کا اتحادی ہے۔ بجا طور پر افغانستان پر روس کی فوج کشی سے بڑے مضطرب ہیں۔ اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے ان کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ وہ نہ صرف خلیج کے ممالک اور مشرق اوسط کے ملکوں کے تیل کے ذخائر کی حفاظت کریں۔ بلکہ ان آبی گذرگاہوں کو بھی محفوظ رکھیں جن پر خلیج کا یہ تیل بڑی مقدار میں مشرق و مغرب کی طرف سپلائی ہوتا ہے۔ یہ مفادات ان کے لئے اتنے اہم ہیں۔ کہ اس کے لئے وہ جنگ کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت یہ علاقہ بڑی طاقتوں کی کشمکش کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اور دونوں سپر پاور بحر ہند میں زیادہ سے زیادہ فوجی طاقت جمع کر رہی ہیں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے۔ تو افغان بحران نے عالمی سیاست اور کشیدگی کے مرکز کو یورپ اور مشرق بعید سے اٹھا کر بحر ہند اور خلیج فارس کو مرکز بنا دیا ہے۔ جہاں پر تیسری عالمی جنگ کے امکان کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔

جیسے پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے۔ کہ روس اس کاروائی سے مغربی یورپ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس لئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مغربی یورپ کے ممالک خاص کر برطانیہ نے اس واقعہ پر سخت ردعمل کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ اور اسے مشرق و مغرب کے درمیان مفاہمت (دیتانت) اور بقائے باہمی کے اصول اور پالیسی کے لئے ناقابل تلافی نقصان ٹھہرایا ہے۔ مغربی یورپ کے ممالک کی کوشش یہ ہے۔ کہ کسی طرح روس کو افغانستان سے اپنی فوجیں واپس بلانے پر آمادہ کیا جائے۔ اور اس قضیئے کو پرامن طور پر حل کیا جائے۔ کیونکہ ان میں مزید لڑائیاں لڑنے کی نہ سکت ہے۔ اور نہ خواہش۔ اس لئے وہ نہیں چاہتے۔ کہ روس اور امریکہ ایک دوسرے کی مخالفت میں تصادم کی حد تک پہنچ جائیں۔ مغربی یورپ کے ممالک پہلے اس بات کو یقینی بنانا چاہتے ہیں کہ روس افغانستان سے آگے نہ بڑھے اور پھر روسی افواج کو افغانستان سے واپس کروا دیا جائے۔

اپنے استعماری دور میں چونکہ برطانیہ ان علاقوں میں حکمران رہا ہے۔ اور اب بھی اس کے اقتصادی مفادات نسبتاً زیادہ ہیں۔ اس لئے فطری طور پر اپنے تجربے اور دلچسپی کی وجہ سے وہ اس معاملہ میں مغربی یورپ کو قیادت فراہم کر رہا ہے۔ اور باقی ممالک کم و بیش برطانیہ ہی کے تجزیئے اور تجاویز سے اتفاق کر لیتے ہیں۔ حال ہی میں برطانیہ کا وزیر خارجہ لارڈ کیرنگٹن افغان بحران پر روسی لیڈروں سے بات چیت کرنے کے لئے یورپی برادری کے نمائندے کی حیثیت سے ماسکو گئے تھے۔ اگرچہ روس نے افغانستان سے اپنی انخلا کے بارے میں کیرنگٹن کی تجاویز مسترد کر دیں۔ تاہم افغانستان کے سلسلے میں مغربی یورپ کی تشویش کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان ممالک کا خیال ہے کہ افغانستان سے فوجیں واپس کرنے کے بغیر مشرق و مغرب میں مفاہمت اور بقائے باہمی کی فضا بحال نہیں ہو سکتی۔ جبکہ اس مفاہمت کی افادیت کا احساس دونوں فریقوں کو ہے۔

افغانستان میں روسی فوجی مداخلت کے بارے میں امریکہ کا ردعمل خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں وہی دوسری سپر پاور ہے جو روس کا راستہ روک سکتی ہے۔ اور جو درحقیقت روس کے ساتھ عالمی سطح پر مسابقت میں لگا ہوا ہے۔ عالمی امن کے قیام کیلئے یہ دونوں طاقتیں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ اور اسی طرح امن عالم کو تباہ بھی کر سکتی ہیں۔ اس لحاظ سے ان ممالک پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

یہ دونوں سپر پاورز اپنی فوجی و اقتصادی قوت کے بل بوتے پر اور اپنے اتحادیوں کی مدد سے اپنے اپنے عالمی مفادات کیلئے ہر وقت اور ہر جگہ ایک دوسرے کیساتھ مسابقت میں لگے ہوئے ہیں۔ ۱۹۵۰ء کی دہائی کی سرد جنگ کے بعد دونوں بلاکوں کے درمیان بقائے باہمی کے اصول کے تحت باہمی مفاہمت عمل میں آئی جس کی رو سے دونوں فریق ایک دوسرے کے جائز مفادات اور دائرہ اثر میں مداخلت نہ کرنے کے پابند تھے۔ اس کے علاوہ مہلک اسلحہ میں تخفیف کے ذریعے عالمی کشیدگی کی فضا کو پرامن اور خوشگوار فضا میں بدلنے کے لئے کوشاں رہنا اس مفاہمت کا حصہ تھا۔ اس مفاہمت کو دیتانت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مغربی ممالک کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روس سے یہ شکایت رہی کہ وہ دیتانت کے پردے میں آہستہ آہستہ اپنے مفادات کو مغربی ممالک کے مفادات کی قیمت پر وسعت دیتا رہا ہے۔ دیتانت ہی کے زمانے میں روس تیسری دنیا کے تقریباً بیس ممالک کو مختلف طریقوں سے اپنے دائرہ اثر میں لے آیا۔ اور مغربی بلاک کے ممالک کو اقتصادی، فوجی اور سیاسی لحاظ سے مفلوج کرنے کی کوشش کرتا رہا جسکی وجہ سے تیسری دنیا کے ممالک میں امریکہ اور مغربی بلاک کی ساکھ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ افغانستان میں روسی مداخلت اس سلسلے کی سب سے نئی اور تازہ کامیاب کوشش تصور کی جاتی ہے۔ چونکہ امریکہ میں روس کے ہاتھوں بتدریج پسپائی کا احساس پہلے سے تھا۔ اس لئے اس واقعہ پر سخت ردعمل ایک فطری بات تھی۔ غالباً روس کو اس قدر سخت امریکی ردعمل کی توقع نہیں تھی۔

روسی فوجی مداخلت کے وقت امریکہ میں جمی کارٹر صدر تھا۔ اس پر روس کے مقابلہ میں نرم پالیسی پر عمل پیرا ہونے کا الزام ہے۔ لیکن اس معتدل صدر کو بھی افغانستان کے واقعہ کے نتیجہ میں پہنچنے والی امریکی مفادات کی یہ زک اتنی شاق گذری کہ اس نے فوراً روس کے خلاف چند پابندیاں لگانے کا حکم دیا جن میں روس کو اناج اور ٹکنالوجی کی برآمد اور تخفیف اسلحہ کے طے شدہ معاہدہ کی سینیٹ سے توثیق کو مؤخر کرنا شامل تھا۔ اس کے علاوہ اس نے امریکی فوجی تیاری پر (جس کے اخراجات کا بجٹ سال بہ سال کم ہوتا جارہا تھا۔) زیادہ رقم خرچ کرنا شروع کیا۔ اور ایسے فوجی دستے تیار کرنے کا حکم دیا جن کو مختصر نوٹس پر خلیج فارس کے دفاع کیلئے پہنچایا جاسکے۔ ان تمام اقدامات کے باوجود روس کے مقابلہ میں کمزوری دکھانے کا الزام کارٹر کے گلے کا طوق بنا رہا۔ یہانتک کہ صدارتی انتخاب میں امریکی عوام نے کارٹر کو بری طرح مسترد کر دیا۔

دوسری طرف رونلڈ ریگن نے روس کے ساتھ فوجی اور دوسرے شعبوں میں سابقت کر کے امریکہ کی سابقہ برتری بحال کرنے کا عزم ظاہر کر کے امریکی عوام سے حمایت حاصل کی اس طرح افغانستان کے بحران نے امریکہ کے خارجہ تعلقات کے ساتھ ساتھ اس کے اندرونی سیاست پر بھی دور رس اثرات ڈالے۔

امریکہ کے نئے صدر نے خارجہ تعلقات کے میدان میں افغانستان کے بحران اور اس سے پیدا ہونے والی صورت حال کو اولیت دی ہے۔ اس نے روس کے بار بار کے تجاویز کے باوجود سربراہی ملاقات پر رضامندی سے انکار کیا۔ اور اس بحران سے بری طرح متاثر ملک پاکستان کو حسب ضرورت فوجی اور اقتصادی امداد دینے کیلئے ضروری اقدامات کئے۔ بحر ہند اور خلیج فارس میں بھی ریگن انتظامیہ اپنی فوجی قوت کو بڑھانے میں مصروف ہے۔ اس طرح روس بھی بحر ہند میں اپنی استعداد بڑھا رہا ہے۔ جس سے دونوں طاقتوں کے درمیان آویزش کا خطرہ بڑھ گیا ہے۔

افغانستان اسلامی اور غیر جانبدار ملک ہونے کے ناطے سے اسلامی کانفرنس اور غیر جانبدار تحریک کا

(باقی صہ ۵۲ پر)

© rasailojaraid.com